32

سخت مخالفت کے باوجود جماعت کو آگے بڑھنا چاہیئے

(فرمودہ ۶ نومبر ۱۹۳۱ء بمقام لاہور)

تشہد ' تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ انسان اپنے ماحول کو دیکھے۔ اگر کوئی شخص اپنے نفس پر یقین رکھتا ہے تو عموماً وہ کامیاب ہو جاتا ہے لیکن اگر وہ اپنے گردو پیش کے حالات کو اپنی قوت سے زیادہ درجہ دیتا ہے۔ تو مایوس ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو حقیر قرار دینے سے اس کی طبیعت میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے جوش پیدا نہیں ہوتا۔ انسان کا نفس ہر تعصب سے آزاد اور مطمئن ہونا چاہیئے کیونکہ گناہ وہ ہوتا ہے جس کی کھٹک دل میں باقی رہ جاتی ہے۔ ہماری جماعت کو اپنے ماحول کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ دو قسم کا ہے اول تو یہ کہ ہم اقلیت میں ہیں اور اقلیت بھی وہ اقلیت جس کی بنیاد جنگ پر ہے بعض اقلیتیں ایسی ہوتی ہیں جن کی بنیاد صلح پر ہوتی ہے۔

"دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا۔
اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا"[1]

پس جس سچائی کا حامل ہمیں بنایا اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ زور آور حملوں سے پوری ہو۔ مسیح نے آکر کہا تھا کہ میں تلوار چلانے کے لئے آیا ہوں صلح کرنے کے لئے نہیں آیا۔[2] باوجودیکہ اس کی تعلیم ایک گال پر تھپڑ کھانے کیساتھ دوسری گال بھی پھیر دینے کی تھی۔[3] دراصل عیسائیوں نے اس کے معنے بدل دیئے ورنہ مسیح نے اسے جس طرح استعمال کیا تھا وہ صحیح تھا۔ مسیح کا مطلب یہ تھا کہ میں اپنی بات کو لے کر کھڑا ہو جاؤں گا جو مانتا ہے مانے جو لڑنا چاہے وہ لڑے۔ ہماری تعلیم بھی یہی ہے کہ ایک طرف تو گالیاں کھائے جاؤ مگر دوسری طرف سچائی کو پھیلانے میں کسی قسم کی سستی نہ کرو۔ پس ہم ایک طرف صلح کے لئے آئے ہیں اور دوسری طرف سچائی پر اڑ

کر کھڑے ہونے کے لئے۔ اور دراصل کامیابی کا گُر بھی یہی ہوتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں بحیثیت قوم لوگ ہمارے مخالف ہیں جو مسلمان ہمارے خلاف ہیں وہ بھی مسلمان کہلاتے ہیں ہمارے مفاد اکثر متفق ہیں مگر ان کا ہمارے ساتھ کیا سلوک ہے؟ اگر ہم کسی وقت ان کی مدد کرتے ہیں تو وہ ہمیں منافق کہتے ہیں اور اگر ہم الگ ہو جاتے ہیں تو کہتے ہیں ہماری مصیبتوں میں ہمارا ساتھ نہیں دیتے۔ میں نہیں سمجھ سکتا وہ چاہتے کیا ہیں۔ ان کی مثال شترمرغ کی سی ہے کسی نے اس سے کہا "اُڑو" تو اس نے جواب دیا "بھلا کبھی حیوان بھی اُڑا کرتے ہیں" لیکن جب اسے کہا گیا کہ "اچھا بوجھ اٹھاؤ" تو کہنے لگا "بھلا کبھی پرند بھی بوجھ اٹھاتے ہیں" تو ہماری مخالفت کی کوئی نہ کوئی تدبیر سوچ ہی لی جاتی ہے۔ اگر اچھے اچھے سمجھدار لوگ باوجود اپنے بھائیوں کی مخالفت کے ہمارے ساتھ مل کر کام کریں تو ۹۵ فیصد یہی کہتے ہیں کہ تم کو کام کے لئے کس نے بلایا ہے؟ مگر ہم وقت پر ان کی مدد کو نہ آئیں تو کہتے ہیں ہمارا ساتھ نہیں دیتے۔

ایک مشہور حکایت ہے کہ ایک آدمی کسی عورت سے شادی کر کے کسی نہ کسی بہانہ سے طلاق دیدیا کرتا تھا اور اس کے مال پر قبضہ کر لیتا تھا۔ آخر کار اسے ایک ایسی بیوی ملی جس میں وہ کوئی نقص نہ نکال سکا ایک دن بیوی روٹی پکا رہی تھی وہ باورچی خانہ میں جا بیٹھا اور کہنے لگا۔ آج میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ آخر کار اس نے کہا کہ تُو روٹی تو ہاتھوں سے پکا رہی ہے مگر تیری کہنیاں کیوں ہلتی ہیں۔ بیوی نے جواب دیا کہ تم روٹی اطمینان سے کھاؤ اس کا جواب بھی دے دیتی ہوں۔ میاں جب روٹی کھا رہا تھا تو بیوی نے کہا کہ روٹی تو تم منہ سے کھاتے ہو تمہاری ڈاڑھی کیوں ہلتی ہے۔ تو دراصل بعض لوگ بہانوں سے لڑتے ہیں۔ کسی بکری کے بچے کو بھیڑیئے نے کہا کہ تم ندی کا پانی کیوں گدلا کرتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ پانی تو تمہاری ہی طرف سے آرہا ہے۔ بھیڑیئے نے کہا "ارے تم ہمارے سامنے بولتے ہو" اور اسے وہیں تھپڑ مار کر ہلاک کر دیا۔ دراصل یہ لوگ کثرت کی وجہ سے دلیر ہوتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں ایک احمدی کے مقابلہ میں ان کا ہزار آدمی ہے اس لئے وہ جو بات کہتے ہیں وہی صحیح ہے۔ مسلمانوں کے علاوہ دوسری اقوام بھی ہماری مخالف ہیں۔ کل ایک دوست نے سنایا کہ کسی ہندو وکیل نے انہیں بتایا کہ آج کل ہندو اس بات پر تلے بیٹھے ہیں کہ احمدیوں کو جہاں تک ممکن ہو اور جس طریق پر بھی ممکن ہو نقصان پہنچائیں۔ اور ہمارا ایک ماحول تو یہ ہے لیکن یاد رکھو جس کے دل میں انسانیت کی شمع روشن ہوتی ہے وہ مشکلات سے گھبراتا نہیں بلکہ ہمت ہارنے کی بجائے اس کی ہمت بلند ہو جاتی ہے۔ دشمن کی عدم موجودگی میں

دماغ خالی ہوتا ہے لیکن دشمن کے مقابلہ میں دماغ پر معارف کھلنے لگتے ہیں اس فطرتی اصل کے ماتحت مخالفت کے زمانہ میں ہماری جماعت کو اور دلیر بن جانا چاہئے۔

اگر ہم میں کوئی ایسا شخص ہے کہ وہ مصیبت اور گھبراہٹ میں گھبرا جاتا ہے تو اسے چاہئے کہ گھر میں بیٹھ جائے ہم میں اس کی جگہ نہیں ہے۔ ہماری بنیاد قربانی پر ہے قربانیوں پر ہی ہماری جماعت کا وسطی حصہ ہے اور قربانی پر ہی اختتام ہے وہی لوگ اس جماعت میں آئیں جو بائیکاٹ سہنے ' گالیاں سننے اور ماریں کھانے کے باوجود ثابت قدم رہیں۔ یہ گالیاں اور تکالیف تمام ہماری خیر خواہی کے نتیجہ میں ہیں۔ پس ہمارا یہ فرض ہے کہ اس خیر خواہی کو اختتام تک پہنچائیں۔ روپیہ ' اوقات ' عزتیں اور جائدادیں قربان کی جاسکتی ہیں مگر خدا اور اسکا رسول قربان نہیں کئے جاسکتے۔ جو یہ کہتا ہے کہ میں خدا اور خدا کے رسول میں سے کچھ لے لیتا ہوں اور کچھ چھوڑ دیتا ہوں وہ خدا اور خدا کے رسول کو نہیں پاسکتا۔ اگر ہمارے کام اس غرض سے ہیں کہ ہم خدا کے لئے کرتے ہیں تو اگر ہم ذرہ بھر بھی چھوڑ دیتے ہیں تو غلطی کرتے ہیں۔ پس ہمارا مقصود ایسا نازک ہے کہ جب تک ہم پوری طرح قدم نہ رکھیں ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہمارا دوسرا ماحول یہ ہے کہ خدا کے رسول اور ان کی جماعتوں کے پیچھے شیطان پڑا ہوتا ہے مگر خدا کے فرشتے اس کے بندوں کے گرد آجاتے ہیں اور اس کی رحمت کی لہریں اس کے بندوں کے چاروں طرف بلند ہو جاتی ہیں۔ پس جب ہم دشمن کے ماحول کو دیکھتے ہیں تو الٰہی ماحول کو دیکھتے ہوئے بھی تو ہمارا فرض ہے کہ کام کریں۔ یہ بات انسانی فطرت میں داخل ہے کہ جب کوئی دیکھتا ہے میرا آقا میرے پیچھے کھڑا ہے تو بلند ہمت ہو کر تیزی سے کام کرتا ہے لیکن اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ[۳] کے مطابق ہمارا آقا خدا تعالیٰ تو ہمارے چاروں طرف کھڑا ہوتا ہے اس لئے ہمیں جسقدر جرأت اور حوصلہ کا اظہار کرنا چاہئے وہ ظاہر ہے۔ یاد رکھو۔ نفسی ذمہ داری سے قومی ذمہ داری بہت زیادہ ہوتی ہے اور اگر کوئی شخص اکیلا ہو تو اکیلا ڈوبے گا لیکن اگر اس کے ساتھ رسّی سے پچاس آدمی بندھے ہوں تو وہ سب کو لے ڈوبے گا قومی کمزوریاں نفسی کمزوریوں سے بہت بالا ہوتی ہیں۔ پس قربانی کرنا سیکھو اور یاد رکھو کہ ذرا سی غفلت خطرناک نتائج کا موجب ہو سکتی ہے۔ پہلے مسیح کو لوگوں نے صلیب پر چڑھا دیا تھا مگر خدا نے دوسرے مسیح کو بھیجا کہ صلیب کو توڑ دے۔ کسی فعل کا تکرار پہلی خامیوں کی اصلاح کی غرض سے ہوتا ہے۔ جب ہمارے چاروں طرف خدا تعالیٰ ہے تو ہمارا ایمان بڑھ جانا چاہئے۔ اگر انسانی کوشش پر ہماری بنیاد ہوتی تو ہم کب کے تباہ ہو گئے ہوتے موجودہ مخالفت کیا ہے اگر اس

سے دس کروڑ درجہ بھی بڑھ جائے ہمیں تب بھی فکر نہیں کرنا چاہئے ہم تو خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ پچاس سال سے ہماری جماعت چلی آتی ہے اگر یہ خدا کی طرف سے نہ ہوتی تو کیا آج تک اس کے زندہ رہنے کی کوئی بھی صورت تھی۔ ایک بچہ کے نزدیک سب سے مددگار اور طاقتور ہستی اس کی ماں ہوتی ہے۔ ایک دفعہ کسی بادشاہ نے ایک بچہ کو چھیڑ دیا بچہ نے کہا میں اپنی ماں کو بتلادوں گا۔ لیکن ہمارا جس کے ساتھ تعلق ہے وہ ہستی خدا تعالیٰ ہے۔ ۱۹۱۳ء میں جب میں نے الفضل نکالا تو سید انعام اللہ شاہ صاحب گھبرائے ہوئے میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ نے مسجد کانپور کے متعلق مضمون لکھ دیا ہے مولوی ظفر علی کہتا ہے کہ میں قلم کی ایک جنبش سے احمدیت کو تباہ کردوں گا۔ میں نے جواب دیا احمدیت تو خدا کی چیز ہے اسے کون تباہ کر سکتا ہے اس واقعہ کو پندرہ دن ہی گذرے تھے کہ ظفر علی کا پریس گورنمنٹ نے ضبط کر لیا۔ اس نے پھر ہمارے خلاف لکھنے کی کوشش کی مگر دوبارہ ضبط کر لیا گیا۔ جب کوئی یہ کہتا ہے کہ فلاں کام بڑا مشکل ہے تو گویا اس کا خدا پر ایمان نہیں ہوتا وہ سمجھتا ہے کہ کام میں نے کرنا ہے خدا نے نہیں کرنا۔ ہمیں یہ پرواہ نہیں ہونی چاہئے کہ لوگ کیا کہتے ہیں لوگوں کی مذمت یا تعریف ہمارا کیا کر سکتی ہے ہمارا ہر ایک کام خدا کے لئے ہے پس بددل نہیں ہونا چاہیے۔ ماحول اور حال کو مدنظر رکھنا چاہئے دشمنوں کی طرف سے چوکس رہو اور ساتھ ہی اپنا ایمان بھی مضبوط رکھو کہ تمہارا خدا تمہارے چاروں طرف ہے اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو توفیق دے کہ اسے نہ تو کوئی کام بہت چھوٹا نظر آئے اور نہ ہی بہت مشکل نظر آئے۔

(الفضل یکم دسمبر ۱۹۳۱ء)

۱۔ رسالہ الوصیت صفحہ ۵ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۳

۲۔ متی باب ۱۰ آیت ۳۴ بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور مطبوعہ ۱۹۹۴ء (مفہوماً)

۳۔ البقرۃ:۱۱۶